سورۃ الجاثیہ

﴿ آیاتہا ۳۷ ﴾ ﴿ ۴۵ سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۶۵ ﴾ ﴿ رکوعاتہا ۴ ﴾

یہ تمام سورت مکی ہے؛ یہ حضرت حسن بصری، حضرت جابر اور عکرمہ کا قول ہے (1)۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: صرف ایک آیت مدنی ہے وہ ہے قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ حضرت عمر بن خطاب کے متعلق مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی؛ یہ ماوردی نے ذکر کیا ہے (2)۔ مہدوی اور نحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی (3)۔ ہجرت سے قبل مشرکوں میں سے ایک آدمی نے آپ کو گالیاں دی تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ آیت کو نازل فرمایا پھر یہ آیت اس آیت کے ساتھ منسوخ کر دی گئی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ: 5) اس تعبیر کی بنا پر یہ ساری سورت مکی ہے۔ اس کی سینتیس آیات ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کی چھتیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

"حا۔ میم۔ اتاری گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست اور حکمت والا ہے"۔

حٰمٓ ۝ یہ مبتدا ہے تَنْزِيْلُ یہ خبر ہے بعض نے کہا: حٰمٓ سورت کا نام ہے تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مبتدا ہے اس کی خبر مِنَ اللّٰهِ ہے کتاب سے مراد قرآن ہے الْعَزِيْزِ کا معنی زبردست محفوظ الْحَكِيْمِ اپنے افعال میں حکمت والا۔ ان تمام کلمات کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ وَ مَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

"بے شک آسمانوں اور زمین میں (اس کی یکتائی) (قدرت کی) نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لیے۔ اور (خود) تمہاری پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو وہ پھیلا رہا ہے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں نیز گردش لیل و نہار میں اور جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق (کا سبب مینہ) پھر زندہ کر دیا اس کے ذریعے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد اور ہواؤں کے ادھر ادھر چلنے میں نشانیاں

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 260 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 262

ہیں ان کے لیے جو عقل مند ہیں"۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یعنی ان دونوں کی تخلیق میں۔ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ رزق سے مراد بارش ہے فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝ تمام بحث سورۂ بقرہ اور دوسری سورتوں میں گذر چکی ہے۔ عام قراءت وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ، وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ دونوں میں آیات رفع کے ساتھ ہیں۔ حمزہ اور کسائی نے دونوں میں تاء کے نیچے کسرہ دیا ہے۔ پہلے میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ وہ منصوب ہے وہ ان کا اسم ہے اور اس کی خبر فِی السَّمٰوٰتِ ہے دوسرے لفظ آیات میں کسرہ اس پر عطف کی وجہ سے ہے جو اس میں عامل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی ان فی خلقکم و مایبث من دابۃ آیات جہاں تک تیسرے کا تعلق ہے تو ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں نصب لفظ آیات کے تکرار کی وجہ سے ہے جب کلام لمبا ہو گیا جس طرح تو کہتا ہے: ضربت زیدا زیدا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے اس پر محمول کریں گے جس میں ان عامل ہے اس میں فی کو محذوف مقدر مانیں گے، تقدیر کلام یہ ہے فی اختلاف اللیل والنہار آیات، فی حذف ہو گیا کیونکہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا تھا۔ سیبویہ نے اس کے حذف میں یہ شعر پڑھا ہے:

أَكُلَّ امرئٍ تَحْسِبِيْنَ امرأً ونارٍ تَوَقَّدُ بالليل نارا(1)

"کیا ہر آدمی کو تو آدمی خیال کرتی ہے اور ہر آگ جو رات کو روشن کی جاتی ہے اسے ضیافت کی آگ شمار کرتی ہے"۔ لفظ کل حذف کر دیا گیا جو نار کی طرف مضاف ہے جو مجرور ہے حذف کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ دو عاملوں پر عطف کے باب سے تعلق رکھتا ہے۔ سیبویہ نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ اخفش اور کوفیوں کی جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ وَ اخْتِلَافِ کا عطف وَ فِیْ خَلْقِكُمْ پر ہے پھر فرمایا: وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ تو یہ دو عاملوں پر عطف کا محتاج ہے اور دو عاملوں پر عطف قبیح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف عطف عامل کے قائم مقام ہوتے ہیں پس یہ اس کی قوت نہ رکھیں گے کہ دو مختلف عاملوں کے قائم مقام ہو جائیں کیونکہ اگر یہ ناصب اور رافع کے قائم مقام ہو تو یہ ایک ہی حال میں رفع اور نصب دینے والا ہوگا۔ جہاں تک رفع کی قراءت کا تعلق ہے تو یہ ان اور جس میں ان عامل ہے اس کے محل پر محمول ہوگا جبکہ نحویوں نے اس صورت میں بھی دو عاملوں پر عطف کو لازم کیا ہے، کیونکہ اس نے وَ اخْتِلَافِ کا عطف وَ فِیْ خَلْقِكُمْ پر کیا ہے اور اٰیٰتٌ کا عطف پہلے لفظ اٰیٰتٌ کے محل پر کیا ہے لیکن لفظ فی کو مکرر مقدر کیا جائے گا۔ یہ بھی جائز ہے کہ ماقبل کلام سے اسے قطع کر کے اسے رفع دیا جائے تو اسے مبتدا ہونے کی حیثیت میں اسے رفع دیا جائے گا اور ماقبل اس کی خبر ہوگی اور جملہ کا عطف جملہ پر ہوگا۔ فراء نے اخْتِلَافِ اور اٰیٰتٌ دونوں کے منع کا ذکر کیا ہے اور اختلاف ہی کو آیات بنایا ہے۔

تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۝

"یہ سب نشانیاں ہیں اللہ کی (قدرت کی) ہم بیان کرتے ہیں انہیں آپ پر حق کے ساتھ پس وہ کون سی ایسی بات ہے جس پر وہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد ایمان لائیں گے"۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 80

تِلْكَ اٰیٰتُ یہ الله تعالیٰ کی آیات ہیں یعنی ایسے دلائل اور براہین ہیں جو الله تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ حق سے مراد صدق ہے، یعنی یہ ایسی آیات ہیں جو باطل نہیں اور جن میں جھوٹ نہیں۔ اسے یتلوھا پڑھا گیا ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ یعنی الله تعالیٰ کے کلام کے بعد۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کے قرآن کے بعد۔ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۝ عام قراءت یاء کے ساتھ ہے۔ ابن محیصن اور ابوبکر نے عاصم سے، حمزہ اور کسائی نے تومنون تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ۝ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۝

”ہلاکت ہے ہر جھوٹے بدکار کے لیے جو سنتا ہے الله کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے پھر بھی وہ (کفر پر) اڑا رہتا ہے غرور کرتے ہوئے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں پس آپ اسے دردناک عذاب کا مژدہ سنا دیں“۔

وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ۝ وَیْلٌ جہنم میں ایک وادی ہے جو آدمی الله تعالیٰ کی آیات سے استدلال کو ترک کرتا ہے اس کے لیے دھمکی ہے اَفَّاكٍ کا معنی کذاب ہے۔ افک کا معنی جھوٹ ہے اَثِیْمٍ گناہ کا ارتکاب کرنے والا مراد ہے نضر بن حارث۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: مراد حارث بن کلدہ ہے۔ ثعلبی نے حکایت بیان کی ہے: مراد ابوجہل اور اس کے ساتھی ہیں۔

یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ آیات الله سے مراد قرآن کی آیات ہیں ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا وہ اپنے کفر میں بہت دور نکل گیا ہے اور اطاعت کرنے سے اپنے آپ کو عظیم خیال کرتا ہے یہ صَرَّ الصُّرَّة سے ماخوذ ہے جب وہ تھیلی کو باندھے؛ یہ معنی حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء نے کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اصل میں یہ اصر الحمار علی العانة ہے وہ اپنے کان کھڑے کر کے اس کی طرف مڑتا ہے۔ کَاَنْ میں اَنْ مثقلہ سے مخففہ ہے گویا اس نے اس کو سنا ہی نہیں ضمیر ضمیر شان ہے جس طرح اس مصرعہ میں اسم ضمیر شان محذوف ہے:

كَاَنْ ظَبْیَةً تَعْطُو اِلٰى نَاضِرِ السَّلَمْ گویا ہرن تروتازہ سلم کے درخت سے کھاتا ہے۔

جملہ کا محل نصب ہے یعنی کان اس طرح کھڑے کرتا ہے جس طرح نہ سننے والا کان کھڑے کرتا ہے۔ سورۂ لقمان کے آغاز میں اس آیت کا معنی گذر چکا ہے۔ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۝ کا معنی بھی سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۝ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝

''اور جب وہ آگاہ ہوتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی پر تو ان کا مذاق اڑانے لگتا ہے، یہی وہ (بدقماش) ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور ان کے ذرا کام نہ آئے گا جو انہوں نے (عمر بھر) کمایا اور نہ وہ کسی کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مددگار بنایا تھا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا''۔

وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا جس طرح وہ زقوم کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ مکھن اور کھجور کا مجموعہ ہے جہنم کے داروغوں کے بارے میں کہتا: اگر وہ انیس ہیں تو میں اکیلا انہیں کافی ہو جاؤں گا۔ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ مُّهِیْنٌ سے مراد ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ دنیا میں جس غلبہ میں تھے اور حق سے تکبر کیا کرتے تھے اب ان کے آگے جہنم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ان کے آگے جہنم ہے۔ اس کی مثل مِنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ۝ (ابراہیم) یعنی ان کے آگے جہنم ہے۔ شاعر نے کہا:

أليس ورائي إن تراخت منيتي أدبّ مع الولدان أزحف كالنسر

اگر میری موت موخر ہو جائے تو کیا میرے آگے ایسا وقت نہیں کہ میں بچوں کے ساتھ رینگوں گا اور گدھ کی طرح گھسٹوں گا۔

وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا یعنی مال اور اولاد میں سے کوئی چیز انہیں نفع نہ دے گی۔ اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا (آل عمران: 10) یہاں بھی مراد مال اور اولاد ہے۔ وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ مراد بت ہیں وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ یعنی ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا اور تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝

''یہ قرآن سراپا ہدایت ہے، اور جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا ان کے لیے دردناک عذاب ہے سخت ترین عذاب میں سے''۔

هٰذَا هُدًى یہ مبتدا خبر ہے یعنی قرآن سراپا ہدایت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد وہ چیز ہے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دلائل کا انکار کیا لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝ رجز سے مراد عذاب ہے، یعنی ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ (بقرہ: 59) رجز سے مراد عذاب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رجز سے مراد ناپاک شے ہے جس طرح رجس ہوا کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے وَ یُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ۝ (ابراہیم) یعنی گندہ مشروب پینے کی صورت میں ان کے لیے عذاب ہے۔ یہ لفظ جہاں بھی واقع ہوا ہے ابن محیصن نے راء کو ضمہ دیا ہے۔ ابن کثیر، ابن محیصن اور حفص نے اَلِیْمٌ کو مرفوع پڑھا ہے معنی ہے ان کے لیے دردناک عذاب ہے جو رجز ہے۔ باقی قراء نے اَلِیْمٍ کو مجرور پڑھا ہے، یہ رجز کی صفت ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

"اللہ وہ ہے جس نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لیے سمندر کو تاکہ رواں رہیں اس میں کشتیاں اس کے حکم سے اور تاکہ (تم بحری تجارت سے) تلاش کرو اس کا فضل اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کیا کرو اور مسخر کر دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے، بے شک اس (نظام) میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں"۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت اور اپنے بندوں پر تمام نعمت کا ذکر کیا اور اس امر کی وضاحت کی کہ جو کچھ پیدا کیا وہ لوگوں کے منافع کے لیے پیدا کیا۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فعل، اس کی تخلیق اس کا احسان اور انعام ہے۔ حضرت ابن عباس، جحدری اور دوسرے علماء نے جَمِيْعًا مِّنَّةً پڑھا ہے یعنی میم مکسور، نون مشدد اور ھاء پر تنوین ہے۔ یہ مفعول مطلق کے طریقہ پر منصوب ہے۔ ابو عمرو نے کہا: میں نے مسلمہ سے اسی طرح سنا کہ انہوں نے اسے مِنَّه پڑھا، یعنی فضل و کرم کے طریقہ پر۔

مسلم بن محارب نے اسے جَمِيْعًا مِّنَّهٗ پڑھا ہے کہ من کا لفظ ھاء کنایہ کی طرف منسوب ہے۔ ابو حاتم کے نزدیک یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ذلك وهو منه۔ جماعت کی قراءت ظاہر ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

"(اے حبیب) فرمائیے اہل ایمان کو کہ درگزر کرتے رہیں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ اللہ خود بدلہ دے ہر قوم کو جو وہ کیا کرتے تھے"۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا قل کے جواب کی وجہ سے يَغْفِرُوْا مجزوم ہے اسے شرط و جزا کے ساتھ تشبیہ دی، جس طرح تیرا قول ہے: قُمْ تُصِبْ خيرا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: يَغْفِرُوْا لام کے حذف کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس معنی کی بنا پر یہ مجزوم ہے قل لهم اغفروا يغفروا یہ امر محذوف کا جواب ہے جس امر پر کلام دلالت کرتی ہے۔ یہ علی بن عیسیٰ نے قول کیا ہے، ابن عربی نے اسے پسند کیا ہے۔ یہ آیت اس سبب سے نازل ہوئی (1) کہ قریش کے ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب کو گالیاں دیں تو آپ نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ ابن عربی نے کہا: یہ قول صحیح نہیں۔ واحدی، قشیری اور دوسرے

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 262

علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں نازل ہوئی جوان کا معاملہ غزوہ بنی مصطلق میں عبداللہ بن ابی کے ساتھ ہوا تھا (1) یہ سب لوگ ایک چشمہ پر فروکش ہوئے جسے مریسیع کہا جاتا۔ عبداللہ نے اپنا غلام پانی لانے کے لیے بھیجا اس نے واپس آنے میں دیری کی۔ عبداللہ بن ابی نے پوچھا: کس چیز نے تجھے روکے رکھا؟ اس نے کہا: حضرت عمر بن خطاب کے غلام نے وہ کنویں کے منہ پر بیٹھ گیا اس نے کسی کو بھی پانی بھرنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور اپنے آقا کا مشکیزہ بھرا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: ہماری اور ان کی مثال ایسے ہی ہے جس طرح کہا گیا سمّن کلبك یأکلك اپنے کتے کو موٹا کرو کہ وہ تمہیں کھا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی بات پہنچ گئی آپ نے تلوار لی آپ اس کی طرف جانا چاہتے تھے کہ اسے قتل کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمادیا؛ یہ عطا کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

میمون بن مہران نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی: من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ مدینہ کا یہودی جس کو فنحاص کہا جاتا اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محتاج ہو گیا ہے۔ کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی تو آپ نے تلوار لی اس کی تلاش میں نکلے جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا: ان ربك یقول لك قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ حضرت جبریل امین نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار لی ہے اور یہودی کی تلاش میں نکلے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی تلاش میں آدمی بھیجا جب حضرت عمر آ گئے فرمایا: ''اے عمر! اپنی تلوار رکھ لو''۔ عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا رب کہتا ہے قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ'' عرض کی: کوئی حرج نہیں جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ میرے چہرے پر غضب نہ دیکھیں گے۔

میں کہتا ہوں: مہدوی اور نحاس نے جو ذکر کیا ہے وہ ضحاک کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے؛ یہ قرظی اور سدی کا قول ہے۔ اسی قول کی بنا پر آیت میں نسخ کی طرف توجیہ کی جاتی ہے اور یہ کہنا کہ آیت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے یا غزوہ بنی مصطلق میں نازل ہوئی ہے تو یہ منسوخ نہیں۔ يَغْفِرُوْا کا معنی معاف کرنا اور درگزر کرنا ہے۔ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ کا معنی ہے وہ اس کے ثواب کی امید نہیں کرتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور انتقام سے خوف نہیں کھاتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رجاء کا معنی خوف ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ (نوح) تم اس کی عظمت سے کیوں نہیں ڈرتے؟ تم سابقہ امتوں کے عذاب کی مثل سے نہیں ڈرتے۔ ایام سے مراد بڑے واقعات ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی امید نہیں رکھتے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرے گا اور اپنے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ بعث (دوبارہ اٹھائے جانے) سے نہیں ڈرتے۔

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ عام قراءت لِيَجْزِيَ ہے معنی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ جزا دے۔ حمزہ، نسائی اور ابن

1۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ 196

عامر نے لنجزی پڑھا ہے۔ جمع متکلم کا صیغہ تعظیم کے طریقہ پر ہے۔

ابو جعفر، اعرج اور شیبہ نے لیُجزٰی پڑھا ہے، فعل مجہول ہے۔ قَوْمًا یہ منصوب ہے۔ ابو عمرو نے کہا: وہ واضح غلطی ہے۔ کسائی نے کہا: اس کا معنی ہے لیجزی الجزاء قوما قوم کو جزا دی جاتی۔ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ كَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (الانبیاء) یہ ابن عامر اور ابو بکر کی سورۃ الانبیاء میں قراءت ہے۔ شاعر نے کہا:

ولو وَلَدَتْ قُفَيْرَةُ جَرْوَ كَلْبٍ لَسُبَّ بذلك الجَرْوِ الكلابا

اگر قفیرہ کتے کے پلے کو جنم دیتی تو اس پلے کی وجہ سے کتوں کو گالیاں دی جاتیں۔

تو اس کی تعبیر یہ ہے لَسُبَّ السَّبُّ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

”جو نیک عمل کرتا ہے پس وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ پھر اپنے رب کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا اور بے شک ہم نے عطا فرمائی بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت اور ہم نے ان کو پاکیزہ رزق دیا اور انہیں بزرگی دی (اپنے زمانے کے) اہل جہان پر اور ہم نے انہیں دین کے معاملہ میں واضح دلائل دیئے پس آپس میں انہوں نے جھگڑنا شروع نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ انہیں (حقائق) کا صحیح علم آ گیا محض باہم حسد و عناد کے باعث، یقیناً آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے“۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا... اس کے بارے میں گفتگو گذر چکی ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ کتاب سے مراد تورات ہے وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ حکم سے مراد کتاب کا فہم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حکم سے مراد لوگوں پر حکم چلانا اور فیصلہ کرنا ہے۔ النُّبُوَّةَ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک انبیاء ہیں۔

وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ طیبات سے مراد غذاؤں، پھلوں اور کھانوں میں سے حلال چیزیں جو ملک شام میں تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد تیہ کے ریگستان میں من و سلویٰ ہے۔ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ یعنی ان کے زمانہ کے عالم۔ جس طرح اس کی وضاحت سورۂ دخان میں گذر چکی ہے۔

وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور آپ

کی نبوت کے شواہد ہیں (1) کہ آپ تہامہ سے یثرب کی طرف ہجرت کریں گے اہل یثرب آپ کی مدد کریں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا: بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ سے مراد شرعی احکام ہیں جو حلال و حرام میں واضح ہیں اور معجزات ہیں۔

فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ اس سے مراد حضرت یوشع بن نون ہے ان میں سے بعض ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا (2)؛ یہ نقاش نے بیان کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہے پس انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔

بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حسد کرنے کی بنا پر (3)؛ یہ معنی ضحاک نے کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بَغْيًا کا معنی ہے بعض بعض پر بغاوت کرتے ہیں اور فضل و سرداری کو طلب کرتے ہیں اور انہوں نے انبیاء کو قتل کیا، اسی طرح تیرے زمانے کے مشرک ہیں اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس بینات آگئیں لیکن انہوں نے بینات سے اعراض کیا کیونکہ وہ ریاست میں باہم مقابلہ کرتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ تیرا رب ان کو حکم دیتا ہے اور ان کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وہ دنیا میں اختلاف کیا کرتے تھے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸

"پھر ہم نے پختہ کر دیا آپ کو صحیح راہ پر دین کے معاملہ میں پس آپ اس کی پیروی کرتے رہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو بے علم ہیں"۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ لغت میں شریعت سے مراد مذہب اور ملت ہے۔ پانی کے گھاٹ کو شریعہ کہتے ہیں اسی سے لفظ شارع ہے کیونکہ یہ مقصد کی طرف جانے کا راستہ ہے شریعت اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے دین شروع کیا ہوتا ہے۔ اس کی جمع شرائع ہے۔ دین میں شرائع سے مراد وہ مذاہب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے مشروع کیے ہوتے ہیں۔ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ کا معنی ہے یعنی دین کے معاملہ میں واضح منہاج جو تجھے حق کی طرف لے جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عَلٰى شَرِيْعَةٍ کا معنی ہے دین کے معاملہ میں ہدایت پر۔ قتادہ نے کہا: شریعت سے مراد امر، نہی، حدود اور فرائض ہیں۔ مقاتل نے کہا: اس کا معنی بینہ ہے کیونکہ یہ حق کی طرف واضح راستہ ہے۔ کلبی نے کہا: مراد السنۃ ہے کیونکہ اس کے ذریعے ماقبل انبیاء کے راستہ پر چلا جاتا ہے (4)۔ ابن زید نے کہا: مراد دین ہے کیونکہ وہ نجات کا راستہ ہے (5)۔ ابن عربی نے کہا: امر کا لفظ لغت میں دو معنوں میں وارد ہوتا ہے۔ 1۔ یہ شان کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ (ہود) 2۔ کلام کی وہ قسم ہے نہی جس کے مقابل ہوتی ہے دونوں معانی کو یہاں مراد بنانا صحیح ہے تقدیر کلام یہ ہوگی پھر ہم نے تجھے دین کے طریقہ پر

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 263 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 264 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

چلا یا یہ ملت اسلام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (النحل)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توحید، مکارم اخلاق اور مصالح میں شرائع میں کوئی فرق نہیں رکھا فرعی مسائل میں فرق کیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم محیط تقاضا کرتا تھا۔

مسئلہ نمبر 2۔ ابن عربی نے کہا: جو لوگ علوم میں گفتگو کرتے ہیں ان میں سے بعض کا گمان یہ ہے کہ یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ ہم سے قبل کی شریعتیں ہماری شریعتیں نہیں کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کو شریعت میں خاص کیا ہے۔ ہم اس بات کا تو انکار نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت شریعت میں منفرد ہے اختلاف اس امر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماقبل شریعتوں کے بارے میں مدح اور ثنا کے انداز میں خبر دی ہے کیا اس کی اتباع لازم ہے یا نہیں؟۔

وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی مشرکوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مراد بنی قریظہ اور بنی نضیر ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی قول مروی ہے: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب قریش نے آپ کو اپنے آباء کے دین کی طرف دعوت دی۔

اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝

"یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کو قطعاً کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے، بلاشبہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست ہے"۔

اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اگر آپ ان کی خواہشات کی اتباع کریں تو وہ تجھ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کسی چیز کو دور نہیں کریں گے۔

وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ظالم ایک دوسرے کے دوست، مددگار اور احباب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد ہے منافق یہودیوں کے دوست ہیں۔

وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ اللہ متقین کا مددگار ہے۔ یہاں متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور معاصی سے بچتے ہیں۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝

"یہ بصیرت افروز باتیں ہیں سب لوگوں کے لیے اور (باعث) ہدایت و رحمت ہے ان کے لیے جو یقین رکھتے ہیں"۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ یہ کلام مبتدا اور خبر ہے یعنی یہ چیز جو تم پر نازل کی گئی ہے یہ حدود و احکام میں لوگوں کے لیے براہین،

دلائل اور علم کے محل ہیں۔ اسے هٰذَا بَصَآئِرُ پڑھا گیا ہے یعنی یہ آیات بصائر ہیں۔ وَهُدًى یعنی راہنمائی اور طریقہ ہیں جو اس آدمی کو جنت کی طرف لے جاتا ہے جو بھی اسے اپناتا ہے وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے آخرت میں رحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۲۱

”کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا کہ ہم بنا دیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان (دونوں) کا جینا اور مرنا، بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں“۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ یعنی جنہوں نے برائیاں کیں۔ اجتراح کا معنی کمانا ہے، اسی سے جو جوارح کا لفظ ہے اس کی وضاحت سورۂ مائدہ میں گزر چکی ہے۔

اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کلبی نے کہا: الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوْا سے مراد عتبہ، شیبہ جو ربیع کے بیٹے تھے (1) اور ولید بن عتبہ ہے كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث ہیں جب انہوں نے ان کو بدر کے روز دعوت مبارزت دی اور انہیں قتل کر دیا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مشرکوں کی ایک جماعت کے بارے میں آیت نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا: آخرت میں انہیں مومنوں کے مقابلہ میں بہتر دیا جائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کے بارے میں بتایا۔

وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى (فصلت: 50) اَمْ حَسِبَ یہ استفہام ہے یہ کلام معطوف ہے اس کا معنی انکار ہے اہل عربیہ عطف کے بغیر بھی اسے جائز سمجھتے ہیں جب وہ خطاب کے وسط میں ہو۔ ایک قوم کہتی ہے: اس میں اضمار ہے یعنی اللہ تعالیٰ متقین کا ولی ہے کیا مشرک یہ جانتے ہیں یا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کے درمیان برابری کریں گے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: ام منقطعہ ہے اس میں ہمزہ کا معنی حسبان کا انکار ہے عام قراء کی قراءت سَوَآءٌ رفع کے ساتھ ہے کہ یہ مبتدا کی خبر مقدم ہے تقدیر کلام یہ ہے محیاھم و مماتھم سواء۔ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ میں ضمیر کفار کی طرف لوٹے گی، یعنی ان کی زندگی بری زندگی ہے اور ان کی موت بھی اسی طرح ہے۔ حمزہ، کسائی اور اعمش نے سَوَآءً نصب کے ساتھ پڑھا ہے؛ ابو عبید نے اسے پسند کیا ہے اس کا معنی ہے ہم اسے برابر بنا دیں گے۔ اعمش اور عیسیٰ بن عمر نے مَمَاتَهُمْ نصب کے ساتھ پڑھا ہے، معنی ہوگا وہ اپنی زندگی اور موت میں برابر ہیں جب حرف جار فی محیاھم و مماتھم میں سے ساقط کر دیا تو وہ منصوب ہو گیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ یہ نَّجْعَلَهُمْ کی ھم ضمیر سے بدل ہوں، معنی ہوگا کیا ہم ان کی زندگی اور موت کو برابر کر دیں گے جس طرح مومنوں کی زندگی اور موت ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ کی ضمیر کفار اور

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 264

مومنین سب کے لیے ہو۔ مجاہد نے کہا: مومن مومن کی حیثیت سے مرتا ہے، مومن کی حیثیت سے اٹھایا جاتا ہے، کافر کافر کی حیثیت سے مرتا ہے اور کافر کی حیثیت سے اٹھایا جاتا ہے(1)۔ ابن مبارک نے ذکر کیا شعبہ، عمرو بن مرہ سے وہ ابوضحا سے وہ مسروق سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اہل مکہ کے آدمی نے کہا: یہ تمیم داری کا مقام ہے میں نے اسے ایک رات دیکھا یہاں تک کہ اس نے صبح کی یا صبح کے قریب تھا وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک آیت کو پڑھتا، رکوع کرتا، سجدہ کرتا اور روتا اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

بشیر نے کہا: میں ایک رات ربیع بن خیثمہ کے پاس گزرا وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے وہ اس آیت کے پاس سے گذرے ساری رات اسی پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ صبح کر دی شدید رونے کی وجہ سے اس سے آگے نہ بڑھے۔ ابراہیم بن اشعث نے کہا: میں فضیل بن عیاض کو اکثر دیکھا کرتا وہ رات کے پہلے حصہ سے آخر رات تک اس آیت کو دہراتے رہتے اور اس کی مثل آیات پڑھتے رہتے، پھر کہتے: کاش! تو جانتا تو کس جماعت میں سے ہے؟ اس آیت کو عابدین کو رلانے والی آیت کہا جاتا ہے کیونکہ یہ محکم ہے۔

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۲

''اور پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ تاکہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر (قطعاً) ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ الحق سے پہلے الامر کا لفظ محذوف ہے وَ لِتُجْزٰى اصل میں لكى تجزى تھا كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ہر نفس نے جو کیا ہوگا اسے آخرت میں جزا دی جائے گی وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۲ ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳

''ذرا اس کی طرف تو دیکھو جس نے بنا لیا ہے اپنا خدا اپنی خواہش کو اور گمراہ کر دیا ہے اسے اللہ نے باوجود علم کے اور مہر لگا دی ہے اس کے کانوں اور اس کے دل پر اور ڈال دیا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ، پس کون ہدایت دے سکتا ہے اسے اللہ کے بعد (لوگو!) کیا تم غور نہیں کرتے''۔

حضرت ابن عباس، قتادہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کافر نے اپنا دین اسی کو بنایا ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے وہ کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا مگر اس پر سوار ہو جاتا ہے(2)۔ عکرمہ نے کہا: ذرا اسے تو دیکھو جس نے اپنا معبود اسے بنا لیا ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے یا جسے وہ اچھا جانتا ہے جب وہ کسی چیز کو اچھا خیال کرتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اسے اپنا الٰہ بنا لیتا ہے(3)۔ سعید بن جبیر نے کہا: ان میں سے کوئی پتھر کی پوجا کرتا جب اس پتھر سے خوبصورت پتھر دیکھتا

1۔ تفسیر مجاہد، صفحہ 253 2۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 264 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 265

تو پہلے پتھر کو پھینک دیتا اور دوسرے کی عبادت شروع کر دیتا۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت حارث بن قیس سہمی کے بارے میں نازل ہوئی جو مذاق اڑانے والوں میں سے ایک تھا کیونکہ وہ اس کی پوجا کرتا جس کی خواہش کرتا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: انہوں نے پتھر کی عبادت کی کیونکہ بیت اللہ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: معنی ہے کیا تو نے اسے دیکھا ہے جو اپنی خواہش اور اپنے معبود کی پیروی کرتا ہے۔ اس کلام سے مقصود ذوی العقول کی اس جہالت پر تعجب کا اظہار کرنا ہے۔ حسن بن فضل نے کہا: اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے معنی ہے کیا تو نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ شعبی نے کہا: خواہش کو ھوی کا نام اس لیے دیا گیا کیونکہ وہ خواہش کرنے والے کو آگ میں پھینک دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ھوی کا ذکر نہیں کیا مگر اس کی مذمت کی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ (اعراف: 176) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (کہف) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (الروم: 29) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (قصص: 50) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص: 26)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے: ”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جس پیغام حق کو میں لایا ہوں“ (1)۔

حضرت ابو امامہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”آسمان کے نیچے کسی معبود کی عبادت نہیں کی گئی جو خواہش نفس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ہو“۔ حضرت شداد بن اوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے: الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والفاجر من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله (2)۔ دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور فاجر وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہش کے تابع کیا اور اللہ تعالیٰ پر تمنا کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تو ایسا بخل رکھے جس کی اتباع کی جاتی ہو، خواہش کی پیروی کی جاتی ہو، دنیا کو ترجیح دی جاتی ہو ہر رائے والا اپنی رائے پر خوش ہوتا ہے تو تجھے اپنی ذات کی فکر کرنی چاہیے اور تجھے عام لوگوں کے معاملات کو چھوڑ دینا چاہیے (3)“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثلاث مهلكات وثلاث منجيات فالمهلكات شح مطاع وهوى متبع واعجاب المرء بنفسه والمنجيات خشية الله فی السر والعلانية والقصد فی الغناء والفقر والعدل فی الرضا والغضب (4) تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور تین چیزیں نجات دینے والی ہیں ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔ ایسا بخل

1۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، صفحہ 30 2۔ سنن ابن ماجہ، باب ذکر الموت والاستعداد لہ، جلد 2، صفحہ 324

3۔ سنن ابن ماجہ، باب قولہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا، جلد 2، صفحہ 299

4۔ کنز العمال، جلد 16، صفحہ 45، حدیث نمبر 43866

جس کی اطاعت کی جائے، ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے اور آدمی کا اپنے آپ پر خوش ہونا۔ نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں مخفی اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، غنا اور فقر میں میانہ روی اختیار کرنا اور رضامندی اور ناراضگی میں عدل کرنا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ایک آدمی صبح کرتا ہے تو اس کی خواہش، اس کا عمل اور اس کا علم اکٹھے ہوتے ہیں اگر اس کا عمل اس کی خواہش کے تابع ہو تو اس کا دن برا دن ہوتا ہے۔ اگر اس کا عمل اس کے علم کے تابع ہوتا ہے تو اس کا دن صالح دن ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا میں نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا:

إن الهوان هو الهوى قُلِب اسمه　　فإذا هويت فقد لقيت هوانا

ذلت ہی خواہش ہے اس کا نام الٹ دیا گیا ہے جب تو خواہش کرے تو تو نے ذلت کو پالیا

ابن مقفع سے ھوی کے بارے میں پوچھا گیا اس نے کہا: ھوان کا نون چرالیا گیا شاعر نے اسے لیا اور اسے اشعار میں نظم کیا اور کہا

نُونُ الهوان من الهوَى مسروقةٌ　　فإذا هَوِيت فقد لقيت هوانا

ھوان کا نون ھوی سے چرالیا گیا ہے جب تو خواہش کرے گا تو تو نے ذلت کو پالیا۔ اور ایک شاعر نے کہا:

ان الهوى لهو الهوان بعينه　　فإذا هوِيت كَسَبت هوانا

وإذا هويت فقد تعبدك الهوى　　فاخضع لحبك كائنا من كانا

بے شک ھواء بعینہ ہی ھوان ہے جب تو نے خواہش کی تو تو نے ذلت کو کمالیا۔

جب تو نے خواہش کی تو خواہش نے تجھے اپنا غلام بنالیا اپنی محبت کو پست رکھ وہ جس سے بھی ہو۔

عبداللہ بن مبارک کے اشعار ہیں:

ومن البلايا للبلاء علامة　　ألايُرى لك عن هواك نزوع

العبد عبدالنفس فى شهواتها　　والحر يشبع تارة ويجوع

آزمائشیں آزمائشوں کی علامت ہوتی ہیں کیا تیرے لیے تیری خواہش سے میلان دکھائی نہیں دیتا۔ بندہ اپنی خواہشات میں نفس کا غلام ہوتا ہے، شریف آدمی کبھی سیر ہوتا ہے اور کبھی بھوکا رہتا ہے۔

ابن درید کے اشعار ہیں:

إذا طالبتك النفس يوما بشهوة　　وكان إليها للخلاف طريق

فدَعْها وخالف ما هَوِيت فإنما　　هواك عدو والخلاف صديق

جب نفس کسی روز تجھ سے کسی خواہش کا مطالبہ کرے جبکہ اس سے اختلاف کا طریقہ ہو اسے چھوڑ دو اور جو تو نے خواہش کی ہے اس کی مخالفت کر بے شک تیری خواہش دشمن ہے اور اس سے اختلاف کرنا درست ہے۔

ابو عبید طوسی کا شعر ہے۔

والنفس إن أعطيتها مناها فاغرة نحو هواها فاها

اگر تو نفس کو اس کی آرزو عطا کرے نفس اپنی خواہش کی طرف اپنا منہ کھولے ہوئے ہے۔

احمد بن ابی حواری نے کہا: میں ایک راہب کے پاس سے گذرا تو میں نے اسے نحیف ونزار پایا، میں نے اسے کہا: تو کمزور ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: کتنے عرصہ سے؟ اس نے کہا: جب سے میں نے اپنے نفس کو پہچانا ہے، میں نے کہا: تو اس کی دوا کرتا ہے؟ اس نے کہا: دوا نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں نے کی کا عزم کیا ہے۔ میں نے کہا: کی کیا ہے؟ اس نے کہا: خواہش نفس کی مخالفت۔ سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: تیری خواہش تیری بیماری ہے اگر تو اس کی مخالفت کرے تو تیری دوائی ہے۔ وہب نے کہا: جب تجھے دو امور میں شک ہو اور تو ان میں سے بہترین کو نہ جانتا ہو تو ان دونوں میں سے تیری خواہش سے جو زیادہ دور ہے اس کو دیکھو اور اس پر عمل کرو۔

اس باب یعنی خواہش نفس کی مخالفت اور اس کی مذمت میں مستقل کتابیں اور کتابوں کے ابواب ہیں ان میں سے جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہی کافی ہے: وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝ (نازعات)

وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ یعنی علم جو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں رکھتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے اسے ثواب سے محروم رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بارے میں علم تھا کہ وہ اس کا مستحق نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ وہ گمراہ ہوگا (1)۔ مقاتل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو اس کے بارے میں علم تھا کہ وہ گمراہ ہے (2)۔ معنی قریب قریب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ بت پرست کے بارے میں اسے علم تھا کہ یہ عمل اسے نہ نفع دے گا اور نہ نقصان پہنچائے گا۔ پھر کہا گیا: عَلٰى عِلْمٍ کے بارے میں جائز ہے کہ فاعل سے حال ہو معنی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مفعول سے حال ہو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کیا اس حال میں کہ کافر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ گمراہ ہے۔

وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ اس کے کان پر مہر لگا دی یہاں تک کہ وہ وعظ کو نہیں سنتا (3)، اس کے دل پر مہر لگا دی یہاں تک کہ وہ ہدایت کو نہیں سمجھتا۔

وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً یعنی ایسا پردہ یہاں تک کہ وہ ہدایت کو نہیں دیکھتا۔ حمزہ اور کسائی نے کہا: غشوۃ الف کے بغیر غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث گذر چکی ہے۔ شاعر نے کہا:

أما والذی أنا عبدٌله یَمِینًا و مالك أبدی الیمینا

لئن كنت ألبستنی غشوة لقد كنت أصفيتك الوّد حينا

محل استدلال ألبستنی غشوة ہے۔

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 265 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

فَمَنۡ یَّہۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ جب اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے تو کون اسے ہدایت دے گا۔ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ کہا: تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اور تم نہیں پہچانتے کہ وہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

یہ آیت قدر یہ اور امامیہ کے اور جو بھی ان کی راہ چلا اس کا رد کرتی ہے، کیونکہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ انہیں ہدایت سے روک دیا گیا ہے۔ پھر یہ قول کیا گیا ہے: وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ یہ ان کے احوال کے بارے میں خبر کے طریقہ پر کلام چلائی گئی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ان کے خلاف دعا کے طریقہ پر کلام ذکر کی گئی ہے جس طرح سورۂ بقرہ کے آغاز میں کلام گذری ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت حارث بن قیس غیاطلہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ نقاش نے کہا: یہ آیت حارث بن نوفل بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے اس نے ایک روز بیت اللہ شریف کا طواف کیا جبکہ اس کے ساتھ ولید بن مغیرہ تھا دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گفتگو کی ابوجہل نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: رہنے دو کس چیز نے تجھے اس پر آگاہ کیا؟ اس نے کہا: اے ابوعبد شمس! ہم بچپن میں اسے صادق وامین کہتے تھے جب اس کی عقل مکمل ہوگئی اور دانش کمال کو پہنچ گئی تو ہم اسے کذاب وخائن کہتے ہیں، اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ وہ صادق ہیں۔ ولید نے پوچھا: تجھے کونسی چیز روکتی ہے کہ تو اس کی تصدیق کرے اور اس پر ایمان لائے؟ ابوجہل نے کہا: میرے بارے میں قریش کی بچیاں باتیں کریں گی کہ میں نے ابوطالب کے ہاں پرورش پانے والے یتیم کی پیروی کی ہے وجہ مقابلہ نہ کرسکتا ہے، لات وعزیٰ کی قسم! میں کبھی بھی اس کی پیروی نہیں کروں گا۔

وَ قَالُوۡا مَا ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا یُہۡلِکُنَاۤ اِلَّا الدَّہۡرُ ۚ وَ مَا لَہُمۡ بِذٰلِکَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ ﴿۲۴﴾

”اور وہ کہتے ہیں: نہیں (کوئی دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے (یہیں) ہم نے مرنا اور زندہ رہنا ہے اور نہیں فنا کرتا ہمیں مگر زمانہ حالانکہ انہیں اس حقیقت کا کوئی علم نہیں وہ محض ظن (وتخمین) سے کام لے رہے ہیں“۔

وَ قَالُوۡا مَا ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا یہ ان کی جانب سے انکار، دوبارہ اٹھائے جانے کو جھٹلانا اور جزا کا ابطال ہے نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا کا معنی ہے ہم مریں گے اور ہماری اولادیں زندہ رہیں گی (1)؛ یہ کلبی کا قول ہے اسے نُحیا بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم میں سے بعض مریں گے اور ہم میں سے بعض زندہ ہوں گے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی ہم زندہ ہوں گے اور ہم مریں گے: یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔

وَ مَا یُہۡلِکُنَاۤ اِلَّا الدَّہۡرُ مجاہد نے کہا: اس سے مراد سال اور دن ہیں (3)۔ قتادہ نے کہا: عمر ہے (4)؛ معنی ایک ہی

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 266 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

ہے۔ اسے الادھریمر بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن عیینہ نے کہا: دور جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے اور ہمیں مارتا ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ قطرب نے کہا: معنی ہے ہمیں موت ہی ہلاک کرتی ہے اور ابوذؤیب کا قول پڑھا۔

أمِنَ المَنُونِ وَرَيْبِها تَتَوَجَّعُ　　والدَّهْرُ لَيس بمُعتِبٍ مَنْ يَجْزَعُ

کیا تم موتوں اور ان کے حادثات سے دکھی ہوتے ہو جو آدمی جزع فزع کرتا ہے زمانہ اس پر عتاب نہیں کرتا۔

عکرمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ ''دور جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر رات اور دن اور وہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، ہمیں موت دیتا ہے اور ہمیں زندہ کرتا ہے پس وہ زمانہ کو گالیاں دیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وأنا الدھر بیدی الأمر أقلب اللیل والنھار (1)۔ ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے وہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے میں دھر ہوں اور میرے قبضہ قدرت میں امر ہے، میں رات اور دن کو گھماتا ہوں۔

میں کہتا ہوں: اس کا قول قال اللہ إلی آخرہ بخاری کی نص اور اس کے الفاظ ہیں۔ امام مسلم نے بھی اسے نقل کیا ہے سنن ابوداؤد میں بھی یہ روایت ہے۔ موطا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لایقولن أحدکم یا خیبۃ الدھر فإن اللہ ھو الدھر (2)۔ تم میں سے کوئی ایک یہ نہ کہے: ہائے زمانہ کی بربادی، بے شک اللہ ہی زمانہ ہے۔ جس نے یہ کہا کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اس نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور کہا: علماء میں سے جنہوں نے اسے اللہ تعالیٰ کا اسم قرار نہیں دیا اس نے اسے دور جاہلیت میں عربوں کا جو انداز کلام تھا اس کا رد بنایا ہے کیونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دہر ہی حقیقت میں فاعل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے آیت میں ان کے بارے میں بتایا ہے جب انہیں کوئی مصیبت، ظلم یا ناپسندیدہ چیز پہنچتی تو اسے دہر کی طرف منسوب کرتے تو انہیں یہ کہا گیا: تم زمانہ کو گالیاں نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے (3)، یعنی اللہ تعالیٰ ہی ان امور کو بجالانے والا ہے جن کو تم زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہو، تو گالی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آتی ہے تو انہیں اس امر سے روک دیا گیا۔ اس نے جو ذکر کیا ہے اس کی صحت پر حضرت ابوہریرہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے (4)''

جس نے کہا بہت اچھا کہا وہ ابوعلی ثقفی ہے:

يا عاتبَ الدَّهرِ إذا نابَهُ　لاتَلُمِ الدهرَ على غَدْرِهِ

الدَّهرُ مأمورٌ له آمرٌ　و ينتهي الدَّهرُ إلى أمرِه

كم كافرٍ أموالُه جَمَّةٌ　تزدادُ أضعافًا على كفرِه

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، قولہ تعالیٰ وما یھلکنا إلا الدھر، جلد 2، صفحہ 715

2۔ صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الأدب وغیرھا، باب النھی سب الدھر، جلد 2، صفحہ 237

3۔ ایضاً

4۔ ایضاً

ومؤمنٍ ليس له درهمٌ يزداد إيمانًا على فقْرِه

اے زمانہ کو عتاب کرنے والے جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے زمانہ کی جانب سے وعدہ پورا نہ کرنے پر اسے ملامت نہ کر، زمانہ تو مامور ہے اس کا ایک آمر ہے زمانہ اس کے امر پر منتہی ہو جائے گا۔ کتنے ہی کافر ہیں جن کے اموال بے شمار ہیں ان کے کفر کے باوجود ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک مومن ہے اس کے پاس کوئی درہم نہیں اس کے فقر کے باوجود اس کے ایمان میں اضافہ ہو رہا ہے۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اکثر زمانہ کا ذکر کرتے تو ان کے والد نے انہیں اس بات سے جھڑ کا فرمایا: اے بیٹے! زمانہ کے ذکر سے بچ اور یہ شعر پڑھا:

فما الدهر بالجانِ لشئٍ لِحَيْنَةٍ ولا جالبَ البَلْوَى فلاتشتم الدّهْرَا

ولكن متى مايبعث الله باعثا على معشرٍ يَجْعَلْ مياسيرهم عُسْرَا

زمانہ کسی شے پر آزمائش کے ساتھ جنایت کرنے والا نہیں اور نہ ہی مصیبت لانے والا ہے پس تو زمانہ کو گالیاں نہ دے مگر جب اللہ تعالیٰ کسی قبیلہ پر کوئی مصیبت بھیجتا ہے تو ان کی خوشحالیوں کو تنگدستی بنا دیتا ہے۔

ابوعبید نے کہا: میں نے ایک ملحد سے مناظرہ کیا اس نے کہا: کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ کہتا ہے: فإنّ الله هو الدهر۔ میں نے کہا: کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زمانہ کی ہلاکتوں میں اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا ہو بلکہ وہ کہتے جس طرح اعشیٰ نے کہا:

إن محلا وإن مُرتحلا وإنّ فی السَّفْر إذ مَضَوا مَهَلَا

أستأثر الله بالوفاء وبالعد ل و ولّیٰ الملامةَ الرَّجُلَا

بے شک سفر پڑاؤ ڈالنے کا ایک محل ہے اور کوچ کرنے کی جگہ ہے اور اس میں آرام و فرصت ہے جب وہ چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے وفا اور عدل کو چن لیا ہے اور ملامت کو انسان کی طرف پھیر دیا ہے۔

ابوعبید نے کہا: اور حادثات کو اس کی طرف منسوب کیا۔ عمرو بن قمیہ نے کہا:

رمتنی بنات الدهر من حيث لا أرى فكيف بمن يُرْمَى و ليس برام

فلو أنها نَبْل إذا لأتقيتها ولكنى أرْمَى بغير سهام

على الراحتين مرّة وعلى العصا أنوءُ ثلاثًا بعدهن قيامى

مجھے حادثات زمانہ تیر مارتے ہیں جہاں سے میں دیکھتا نہیں اس آدمی کا کیا حال ہوگا جس پر تیر مارا جائے اور وہ خود تیر نہ مار سکے اگر وہ تیر ہوتا تو میں اس سے بچ جاتا، لیکن مجھے تو تیر اس کے بغیر مارا جاتا ہے۔ ایک دفعہ دونوں ہتھیلیوں پر اور تیسری دفعہ عصا کے سہارے اٹھتا ہوں ان کے بعد میرا کھڑا ہونا ہوتا ہے۔

اس کی مثل اشعار میں بہت زیادہ ذکر ہے شعراء اسے زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی فاعل حقیقی ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ یہاں من زائدہ ہے یعنی انہوں نے جو کچھ کہا شک کرتے ہوئے کہا۔

اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ۝ یعنی وہ ظن کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو بعث میں شک کرتے ہیں اور قطعی طور پر انکار نہیں کرتے۔ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ان کے لیے قیامت کا انکار تو ممکن نہیں وہ تاویل کرتے ہیں اور قیامت سے مراد بدن کی موت لیتے ہیں اور ثواب وعقاب اسے خیالات دیکھتے ہیں جو ان کے گمان کے مطابق روحوں کو لاحق ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا شر تمام کفار کے شر سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ لوگ حق پر ملمع سازی کرتے ہیں اور ان کی ظاہری تلبیس سے دھوکہ کھایا جاتا ہے۔ وہ مشرک جو اعلانیہ شرک کرتا ہے مسلمان اس سے احتیاط کرتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: ہم مرتے ہیں اور ہمارے آثار زندہ رہتے ہیں۔ یہ اچھے ذکر کے ساتھ زندگی ہے ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہوں نے تناسخ کی طرف اشارہ کیا یعنی ایک آدمی فوت ہوتا ہے تو اس کی روح مردوں میں رکھ دی جاتی ہے تو وہ اس کے ساتھ زندہ ہو جاتا ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

''اور جب پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تو (ان کے جواب میں) ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی بجز اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہمارے باپ دادا اگر تم سچے ہو۔ فرمایئے: اللہ نے زندہ فرمایا ہے تمہیں پھر وہ مارے گا تمہیں پھر جمع کرے گا تمہیں اور قیامت جس میں ذرا شک نہیں لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے''۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ جب ان مشرکوں پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں جو بعث کے جواز میں نازل ہوئی ہیں تو ان کے پاس رد کرنے کے کوئی دلائل نہیں۔

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ، حُجَّتَهُمْ یہ کان کی خبر ہے اور اسم اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ ہے یعنی ہمارے مردہ آباء کو لے آؤ جن سے ہم اس بارے میں سوال کریں گے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ سچ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا قول رد کر دیا قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ بعد اس کے کہ تم مردہ نطفہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ کر دیا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں قیامت کے روز جمع کرے گا جس طرح اس نے تمہیں دنیا میں زندہ کیا۔ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا جس طرح اس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔

زمخشری نے کہا: اگر تو کہے ان کے قول کو کیوں حجت قرار دیا گیا جبکہ وہ حجت نہیں؟ میں کہوں گا: انہوں نے اس کے ساتھ اسی طرح دلیل پکڑی جس طرح استدلال کرنے والا اپنی دلیل سے استدلال کرتا ہے(1)۔ انہوں نے اسے دلیل کے انداز میں

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 291

ذکر کیا تو بطور استہزاء اسے حجت کا نام دیا گیا یا ان کے گمان اور اندازے کے مطابق وہ حجت تھی یا یہ اس اسلوب میں کلام ہے
تَحِيَّةُ بَيْنِهِم ضَرْبٌ وَجِيعٌ ان کا باہم سلام تکلیف دہ وار ہے۔

گویا کہا گیا: ان کی حجت نہیں تھی مگر جو حجت نہیں تھی۔ مراد یہ ہے اس امر کی نفی کی جائے کہ ان کی کوئی حجت ہو۔

اگر تو یہ کہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ کیسے ائْتُوا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ کا جواب ہے۔ میں اس کا جواب دوں گا: جب انہوں نے بعث کا انکار کیا، رسولوں کی تکذیب کی اور انہوں نے گمان کیا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے یہ خاموش کرنے والا قول ہے تو ان پر بطریق دلیل الزامی اس چیز کو لازم کیا جائے گا جس کے وہ اقرار کرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا پھر وہی انہیں مارے گا۔ اس دلیل الزامی کے ساتھ اس دلیل الزامی کو ملا دیا جائے گا جو اس اقرار کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ قیامت کے روز انہیں جمع کرنا ہے۔ اگر وہ انصاف سے کام لیں اور حق کے داعی کی طرف توجہ کریں جو ذات اس امر پر قادر ہے وہ ان کے آباء کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے یہ امر اس پر زیادہ آسان ہے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ۝

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جس روز برپا ہوگی قیامت اس روز سخت نقصان اٹھائیں گے باطل پرست''۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ خلقت اور ملک کے اعتبار سے یہ اللہ کے لیے ہیں۔ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ۝ پہلا یوم يَخْسَرُ کی وجہ سے منصوب ہے اور يَوْمَئِذٍ تاکید کے لیے مکرر ذکر کیا گیا ہے یا یہ بدل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے تقدیر کلام یہ ہے ولله الملك يوم تقوم الساعة، يومئذ میں عامل يخسر ہے۔ يخسر کا مفعول محذوف ہے، معنی ہے وہ جنت میں اپنی منازل کے بارے میں خسارے میں ہوں گے۔

وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝

''اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے صحیفہ (عمل) کی طرف (انہیں کہا جائے گا) آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے''۔

وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً اس دن کی ہولناکی کے باعث تو یہ گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھے گا۔ یہاں امت سے مراد ہر ملت والے ہیں۔ جاثیہ میں پانچ تاویلیں ہیں:

1۔ مجاہد نے کہا: اس کا معنی مستوفزہ ہے (1)۔ سفیان نے کہا: مستوفزا اسے کہتے ہیں جس کے زمین پر اس کے دونوں

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 267

گھٹنے اور اس کے پوروں کے اطراف لگتے ہیں۔ ضحاک نے کہا: یہ حساب کے موقع پر ہوتا ہے۔ 2۔ مجتمع، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قول کیا ہے۔ فراء نے کہا: معنی ہے تو ہر دین والے کو مجتمع دیکھے گا۔ 3۔ متمیزہ، الگ الگ؛ یہ عکرمہ نے قول کیا ہے۔ 4۔ جھکا ہوا یہ قریش کی لغت ہے؛ یہ مورج کا قول ہے۔ 5۔ گھٹنوں پر بیٹھنے والا؛ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے۔ جثا سے مراد گھٹنوں پر بیٹھنا ہے۔ جثا علی رکبتہ یجثو ویجثی جُثُوًّا وجُثِيًّا۔ دونوں میں فعول کا وزن ہے۔۔ سورۂ مریم میں یہ بحث گذر چکی ہے۔ جثوۃ کا اصل معنی ہر شے کی جماعت ہے۔ طرفہ دو قبروں کی صفت بیان کرتا ہے:

ترى جُثْوَتَيْن من تراب عليهما صفائحُ صُمٌّ من صفيحٍ مُنَضَّدِ

تو مٹی کی دو قبریں دیکھے گا جن پر پتلے مضبوط پتھر ہیں جو ترتیب سے رکھے گئے ہیں۔

پھر یہ کہا گیا ہے: یہ کفار کے ساتھ خاص ہے؛ یہ یحییٰ بن سلام کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ کافر اور مومن دونوں کو عام ہے وجہ حساب کا انتظار ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عمرو سے وہ عبداللہ بن باباہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''گویا میں تمہیں اونچی جگہوں پر جہنم سے پہلے گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھتا ہوں''۔ یہ ماوردی نے ذکر کیا ہے(1)۔ حضرت سلمان فارسی نے کہا: قیامت کے دن ایک گھڑی ہے جو دس سال کے برابر ہوگی لوگ اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: آج میں تجھے اپنی ذات کے سوا کسی کے لیے سوال نہیں کرتا۔

كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا یحییٰ بن سلام نے کہا: کتاب سے مراد حساب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد وہ کتاب ہے جس میں اس کے اچھے اور برے اعمال لکھے جاتے تھے؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ یہ مجاہد کے قول کا معنی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کِتٰبِهَا سے مراد وہ کتاب ہے جس پر فرشتے لکھتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کِتٰبِهَا سے مراد وہ کتاب ہے جو اس امت پر نازل کی گئی تا کہ یہ دیکھا جائے کہ کیا انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا یا نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے(2)۔ یعقوب حضرمی نے کہا: كُلَّ اُمَّةٍ منصوب ہے کیونکہ یہ پہلے کل سے بدل ہے کیونکہ دوسرے کل میں وضاحت ہے جو پہلے میں نہیں ہے، کیونکہ پہلے جثو میں جثو کی حالت کی کوئی وضاحت نہیں جس طرح دوسرے جثو میں اس سبب کا ذکر ہے جو اس کا داعی ہے وہ اس امت کو اس کی کتاب کی طرف دعوت دینا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ منصوب ہے اس میں عامل تریٰ ہے جو مضمر ہے اور رفع مبتدا ہونے کی بنا پر ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ جو اچھا یا برا عمل کرتے تھے۔ اس کی آج تمہیں جزا دی جائے گی۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

''یہ ہمارا نوشتہ ہے جو بولتا ہے تمہارے بارے میں سچ، ہم لکھ لیا کرتے تھے جو تم (دنیا میں) عمل کیا کرتے تھے''۔

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 5، صفحہ 267 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 268

هٰذَا كِتٰبُنَا ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا ان کے لیے قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ فرشتوں کا قول ہے۔
يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یعنی وہ گواہی دیتا ہے۔ یہ استعارہ ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: نطق الکتاب بکذا یعنی کتاب نے اس کی وضاحت کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اس کتاب کو پڑھیں گے تو کتاب انہیں ان کے اعمال یاد دلائے گی، گویا وہ ان سے کلام کرے گی، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا (کہف: 49) مومن کے بارے میں ہے: وَ لَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ (مومنون: 62) یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔
يَنْطِقُ یہ الکتاب سے حال ہے یا ذا سے حال ہے یا ذا کی دوسری خبر ہے یا كِتٰبُنَا، هٰذَا سے بدل ہے اور يَنْطِقُ خبر ہے۔
اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ یعنی تم جو عمل کرتے تھے اس کے لکھنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں وہ ہر روز کسی چیز کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جس میں وہ انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ لکھنے کا عمل کتاب سے ہوگا (1)۔ حضرت حسن بصری نے کہا: حفظہ فرشتوں نے جو لکھا ہوگا ہم اسے لکھ لیا کرتے تھے کیونکہ حفظہ فرشتے اعمال کے صحیفے خازنوں کی طرف بلند کرتے تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حفظہ بندوں کے جو اعمال لکھتے ہیں ہر روز انہیں اٹھا کر لے جاتے ہیں پھر جب وہ اپنے مکان کی طرف لوٹتے ہیں تو اس سے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی جاتی ہیں۔ مباحات کو دوسرے نسخہ کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فرشتے جب بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں تو وہ حکم دیتا ہے جن اعمال پر ثواب و عقاب ہے انہیں اس کے ہاں لکھ لیا جائے اور جن پر ثواب و عقاب نہیں ہوتا وہ ان سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ۝۳۰ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝۳۱

"پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہی وہ روشن کامیابی ہے۔ اور جو لوگ کفر کرتے رہے (ان سے پوچھا جائے گا) کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں پھر تم (سن کر) تکبر کیا کرتے تھے اور تم لوگ (عادی) مجرم تھے"۔

فِيْ رَحْمَتِهٖ رحمت سے مراد جنت ہے اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ یعنی انہیں یہ بات کہی جائے گی یہ استفہام توبیخ کے لیے ہے۔ فَاسْتَكْبَرْتُمْ تم نے اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا۔ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝ تم مشرک قوم ہو تم نافرمانیاں کرتے ہو۔ یہ جملہ

1۔ تفسیر طبری، جز 25، صفحہ 182

کہا جاتا ہے: فلان جریمۃ أھلہ جب وہ اس جرم کا ارتکاب کرنیوالا ہو۔ مجرم اسے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو نافرمانیوں پر برانگیختہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ (القلم) مجرم مسلم کی ضد ہے پس وہ کفر کے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝

''اور جب (تمہیں) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت (کے آنے) میں کوئی شک نہیں تو تم (بڑے غرور سے) کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے ہمیں تو یونہی ایک گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں اس پر (قطعاً) یقین نہیں''۔

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ یعنی دوبارہ اٹھانا ہو کر رہے گا۔ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا حمزہ نے الساعۃ نصب کے ساتھ پڑھا ہے اس کا عطف وَعْدَ پر ہے باقی قراء نے مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع پڑھا ہے یا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ کے محل پر اس کا عطف ہے۔ مصدر میں جو ضمیر ہے اس پر عطف کرنا اچھا ہے، کیونکہ اس کی تاکید نہیں لگائی گئی۔ ضمیر مرفوع پر شعر میں تاکید کے بغیر عطف کیا جاتا ہے۔

قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ یعنی کیا قیامت حق ہے یا باطل ہے۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا مبرد کے نزدیک اس کی تقدیر یہ ہے اِنْ نحن اِلّا نظن ظنا ایک قول یہ کیا گیا ہے: تقدیر یہ ہے اِن نظن اِلّا انکم تظنون ظنا ایک قول یہ کیا گیا ہے: قلتم اِن نظن اِلّا ظنا۔

وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ یعنی ہم یقین کرنے والے نہیں تھے کہ قیامت ہو کر رہنے والی ہے۔

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

''اور ظاہر ہو گئے ان کے لیے برے نتائج ان کے کرتوتوں کے اور (ہر طرف سے) گھیر لیا انہیں اس (عذاب) نے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے''۔

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا انہوں نے جو برے اعمال کیے تھے ان کی جزا ان کے لیے ظاہر ہوگی۔ وَ حَاقَ بِهِمْ ان پر نازل ہوئی یا انہیں گھیر لیا مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہو گیا جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

''اور (انہیں) کہہ دیا گیا آج ہم تمہیں فراموش کریں گے جس طرح تم نے فراموش کیے رکھا اپنے اس دن کی ملاقات کو اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا''۔

وَ قِیۡلَ الۡیَوۡمَ نَنۡسٰىکُمۡ ہم تمہیں آگ میں چھوڑ جائیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو چھوڑ دیا تھا یعنی اس کے لیے عمل کر ترک کر دیا تھا وَ مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ تمہارا مسکن اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾ یعنی تمہارے لیے کوئی ایسا آدمی نہیں جو تمہاری مدد کرے۔

ذٰلِکُمۡ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتۡکُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ لَا یُخۡرَجُوۡنَ مِنۡهَا وَ لَا هُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۳۵﴾

''یہ اس لیے کہ تم نے بنا رکھا تھا اللہ کی آیتوں کو مذاق اور فریب میں مبتلا کر دیا تھا تمہیں دنیوی زندگی نے پس آج وہ نہیں نکالے جائیں گے آگ سے اور نہ انہیں توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرنے کا موقع دیا جائے گا''۔

اٰیٰتِ اللّٰهِ سے مراد قرآن حکیم ہے هُزُوًا کھیل۔ وَّ غَرَّتۡکُمُ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا دنیاوی زندگی نے اپنی باطل چیزوں اور زیب وزینت سے تمہیں دھوکہ میں مبتلا کیا تو تم نے یہ گمان کیا کہ اس کے سوا کوئی چیز نہیں اور دوبارہ اٹھانا بھی نہیں لَا یُخۡرَجُوۡنَ مِنۡهَا ھا ضمیر سے مراد آگ ہے وَ لَا هُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ اور نہ انہیں توبہ کر کے راضی کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ حمزہ اور کسائی نے فالیوم لایخرجون یاء کے فتحہ اور راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا (الحج: 22) باقی قراء نے یاء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا (مومنون: 107) اس کی مثل دوسری آیات ہیں۔

فَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الۡکِبۡرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۪ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳۷﴾

''پس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا (اور وہی) سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور فقط اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی عزت والا اور حکمت والا ہے''۔

مجاہد، حمید اور ابن محیصن نے رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۶﴾ سب میں رفع کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ یہ اصل میں ھو ربُّ ہے وَ لَهُ الۡکِبۡرِیَآءُ کبریاء سے مراد عظمت، جلال، بقا، حکومت، قدرت اور کمال ہے۔